© rasailojaraid.com

الہامی مدرسہ اور اس کا الہامی مکتبِ فکر

(آخری قسط)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

دار العلوم کے اسی وسیع اور ہمہ گیر تصور کے پیشِ نظر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ مدرسہ تکوینی طور پر اس ملک کے تمام معاملات میں قطب الرّحیٰ (چکی کی کلّی) کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ارد گرد یہاں کے اجتماعی معاملات غیر شعوری طور پر گھومتے ہیں اور تشریعی طور پر وہ ایک مجدّد کی حیثیت رکھتا ہے جس نے دین کے مختلف گوشوں کی تجدید کی ہے اور خلافِ شرع رسوم ورواج کو مٹا کر اتباعِ سنت کا راستہ ہموار کیا ہے، یہی وہ ہمہ گیر تصور تھا جس پر مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی اور اس ہمہ گیری اور اجتماعیت کے جذبات سے بھرے ہوئے وہ ہشتگانہ اصولِ اساسی حضرت قاسم العلوم نے مرتب فرمائے جن پر اس مدرسہ کی اساس قائم ہے اور وہ تا حال رواں دواں ہے، اسی اجتماعی تصور پر اس کی تعلیم کا نظم اور اسی پر اُس کے انتظامی سلسلے کا ڈھانچہ وضع ہوا اور اُسی پر اس کی وہ تعلیمی خصوصیات منصۂ ظہور پر آئیں جو شاہ ولی اللہ سے سلسلہ وار نسبتِ قاسمی پر وارد ہوئیں اور وہ اسی نسبت کے ساتھ اس مدرسہ میں مدارِ حدیث اور مدارِ سند واستناد ٹھہرے جس کے تحت آج تک اس کے تربیت یافتہ فضلاء یہاں پرورش پا رہے ہیں، اسی بنا پر کہا گیا ہے اور غور سے دیکھا جائے تو بالکل سچ کہا گیا ہے کہ ولی اللّٰہی مکتبِ فکر کے تحت دیوبندیت درحقیقت قاسمی طرزِ فکر کا نام ہے، جس کی وجہ سے فضلاء دیوبند اپنے کو قاسمی لکھتے اور کہلاتے ہیں۔ بہر حال دیوان محمد یٰسین صاحب سے حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ نے جو بات ارشاد فرمائی اُس سے واضح ہے کہ اس مدرسہ کا بنیادی فکر امدادی الہام سے نمودار ہوا اور مجاہدین شاملی کے مصفّا قلوب میں پروان چڑھا اور بالآخران تمام مجاہد اہل اللہ کے قلوب سے چل کر اس کی صورت مثالی مدرسہ دیوبند کی ہوگئی، اس سب کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ قیام مدرسہ کے سلسلہ میں سعی وکوشش کا محور ان بزرگوں کے یہاں اسباب ظاہری نہ تھے بلکہ اسبابِ غیبیہ تھے اور اُنہی پر ان کا مدار تھا، دوسرے یہ کہ نظر بر اسباب اگر قیام مدرسہ کے محل وقوع کے لیے کسی کا کوئی خیال بھی قائم ہوتا تھا تو نتیجتاً دائرۂ عمل میں پھر وہی غیبی سلسلہ کشف وانکشاف غالب آجاتا تھا جو غیبی محرکات سے دلوں میں اور پھر خارج میں وقوع پذیر ہونے والا ہوتا تھا، بہر حال جیسے اس مدرسہ کا مرکزی فکر الہامی تھا ایسے ہی اس کے قیام کے دواعی بھی الہامی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس محل وقوع پر جب تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا اوران اکابر نے مدرسہ کی عمارت کے لیے ایک خاکہ تجویز کر کے بنیاد بھی کھدوادی جوابھی بھری نہیں گئی تھی کہ شب میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ دیوبندی مہتمم ثانی دارالعلوم نے جونقشبندیہ خاندان کے اکابر اولیاء میں سے تھے، خواب میں دیکھا کہ اس بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف ارزانی فرمائی، دست مبارک میں عصا ہے آپ نے فرمایا کہ (شمال کی جانب) جو یہ بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا یہ فرما کر آپ نے اس جگہ سے جانبِ شمال دس بیس گز آگے بڑھ کر عصائے مبارک سے نشان لگایا اور ایک لانبی لکیر کھینچ دی کہ اس جگہ بنیاد کھودی جائے۔ بیدار ہوتے ہی علی الصباح مولانا ممدوح اس جگہ پر پہنچے تو لکیر کا نشان اُسی طرح موجود پایا جس طرح حضور نے عصاء مبارک سے لگایا تھا، مولانا نے پھر نہ ممبران سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا بلکہ نئی بنیاد اسی جگہ کھدوائی، اس سے واضح ہے کہ اس مدرسہ کی تعمیر کا آغاز اوراس کے رقبہ وصحن کی حد بندی بھی مبشراتِ غیب ہی سے ہوئی ہے، ورنہ مشورے تو پہلے ہو ہی چکے تھے، جن کی رو سے بنیاد بھی کھودی جا چکی تھی، مگر مشوروں پر اس غیبی بشارت اور ایماء نبوی ﷺ کو بہر حال مقدم رکھا گیا جیسا کہ اُس کا یہی حق تھا، اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ خواب رویائے صادقہ بلکہ ایک گونہ کشف کا درجہ لیے ہوئے تھے جس کے واقعی ہونے میں مولانا رفیع الدین صاحب کو ادنیٰ شک وشبہ نہ تھا ورنہ محض خواب وخیال کے بل بُوتے پر اتنی خوداعتمادی نہ دکھلاتے اور پوری جماعت کی متفقہ تجویز کو محض خواب وخیال پر اس آسانی سے قربان نہ کر دیتے، پھر اسی کے ساتھ پوری جماعت کا اس پر متفق ہو جانا اوراپنی تجویز کالعدم کر دینا اور مولانا کے اس اقدام پر کسی درجہ میں بھی چوں وچرا نہ کرنا بلکہ بطوع ورغبت راضی ہو جانا اس کی بھی واضح دلیل ہے کہ یہ سب اربابِ باطن بھی اسے الہام ہی کے درجہ کا خواب سمجھ رہے تھے۔ جس سے اس مدرسہ کی بنیادوں اور تعمیری امور کا بھی مبشراتِ غیبی ہی سے تعلق واضح ہوتا ہے۔

پھر مدرسہ کے اساسی اصول ہشتگانہ جو حضرت بانی مدرسہ نے جو گویا کہ بانیٔ مدارس تھے تحریر فرمائے وہ بھی الہامی ہی سمجھے گئے ہیں کیوں کہ اُن میں اصول عقلی وتجرباتی کی ساتھ غیبی پیشگوئیاں بھی شامل ہیں جو سوائے الہام کے محض عقل ودانش سے نہیں کی جا سکتیں، جیسے ان ہی اصول ہشتگانہ میں مدرسہ کی آمدنی کا مدار توکل اور ایک گونہ بے سروسامانی پر رکھتے ہوئے حضرت نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں ''یوں نظر آتا ہے کہ امدادِ غیبی منقطع ہو جائے گی'' اس سے اولاً تو سرمایۂ مدرسہ کا امداد غیبی ہونا واضح ہوتا ہے اور پھر مستقبل کے بارے میں یہ کلمہ کہ ''یوں نظر آتا ہے'' صاف غیبی اطلاع کی طرف مشیر ہے جسے غیبی الہام کے سوا دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا، اسی کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو بانیان مدرسہ میں شمار ہیں اس عنوان سے اپنی نظم ''ارمغان مدرسہ'' میں ظاہر فرمایا کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کے لیے کوئی سرمایہ بھروسہ کا ذرا ہوجائے گا
پھر یہ قندیلِ معلق اور توکل کا چراغ یوں سمجھ لینا کہ بے نور وضیا ہوجائے گا

اسی طرح ان اساسی اصول کی بعض اور دفعات میں بھی اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں کہ اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

اسی لیے مدرسہ میں آنے والے مفکر اور دانشور قسم کے واردین وصادرین نے بھی جب ان اصول کو دیکھا تو بے ساختہ اُنھیں الہامی ہی بتایا، چنانچہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم تحریکِ خلافت کے زمانہ میں جب دارالعلوم میں تشریف لائے اور انھیں ان اصول کے بارے میں حضرت ہی کی خودنوشتہ اصل تحریر دکھلائی گئی تو مولانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بے ساختہ فرمایا کہ ان اصول کا عقل سے کیا تعلق؟ یہ تو الہامی ہیں، پھر فرمایا کہ حیرت ہے کہ سو برس دھکے کھا کر ہم آج جس نتیجہ پر پہنچے ہیں (کہ اپنے اجتماعی اداروں کو انگریز کی کسی امداد پر ہرگز معلق نہ رکھیں بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ اپنے ہی ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوں) حیرت ہے کہ یہ بزرگ سو برس پہلے ہی اس نتیجہ تک پہنچ چکے تھے، جس سے یہ حقیقت صاف عیاں ہوجاتی ہے کہ اس مدرسہ کے اصول ومعاملات کی سطح ہی سے ہر آیندو روند یہی محسوس کرتا تھا کہ یہ کارخانہ بلاشبہ امدادِ غیبی اور ارشاداتِ غیبی پر چل رہا ہے جس سے اس کا الہامی مدرسہ ہونا معروف عام ہوچکا تھا، نیز اس سے یہ بھی نمایاں ہے کہ ایک مدرسہ ہی نہیں بلکہ اس کے سرمایہ کی صورتیں بھی کچھ الہامِ غیبی ہی سے تعلق رکھتی ہیں، پھر اس مدرسہ کے انتظامی امور اور اہتمام مدرسہ کی جزوی تجاویز تک میں بھی کچھ اشاراتِ غیبی ہی کی کارفرمائی نظر آتی ہے، چنانچہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ اس کا شاہد عدل ہے کہ مدرسہ کا اہتمام میں نہیں کرتا بلکہ حضرت نانوتویؒ کرتے ہیں (درحالیکہ حضرت نے باوجود مدرسہ کی ساری مساعی اور اپنی پوری سرپرستی ونگرانی کے مدرسہ کے نظام حتی کہ درس وتدریس سے بھی کہیں رسمی تعلق نہیں رکھا اور مولانا فرماتے ہیں کہ مدرسہ کا پورا نظم ونسق حضرت نانوتوی ہی فرماتے ہیں) سو اس کی تفصیل مولانا نے یہ فرمائی کہ نظامِ مدرسہ کے بارے میں جو چیز بھی حضرت کے قلب پر وارد ہوتی ہے وہی بعینہ میرے قلب میں منعکس ہوجاتی ہے اور میں کر گذرتا ہوں اور بعد میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ مولانا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، یہی میرے دل میں بھی آرہا تھا اس کے معنی بجز توافق غیبی یا اشارۂ غیبی کے اور کیا ہوسکتے ہیں؟ اسے ایک الہام ہی نہیں بلکہ توارِدِ الہام بھی کہا جائے گا، جس سے اس مدرسہ کے نظم ونسق میں بھی الہامات ومبشرات کا کافی دخل ثابت ہوتا ہے، واقعات پر نظر کی جائے تو انتخابِ طلبہ کا معاملہ بھی عام تقدیرِ الٰہی کے علاوہ جس سے باہر کوئی چیز بھی نہیں جاسکتی خصوصی طور پر بطرزِ الہام و مبشرات ان روشن ضمیر بزرگوں پر کچھ غیبی ہی انداز سے منکشف ہوتا تھا اور اس کے اشارات کارفرما ہوتے تھے، چنانچہ یہ واقعہ دارالعلوم کے تحریر اوراق میں مرقوم ہے اور اس احقر نے بلاواسطہ بھی اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دن مولانا رفیع الدین صاحبؒ اپنے عہد اہتمام میں احاطۂ مولسری میں (پیش عمارت نو درہ) کھڑے ہوئے تھے، چند طلبہ بھی حاضر تھے کہ دورۂ حدیث کا ایک طالب علم مدرسہ کے مطبخ سے کھانا لے کر لپکتا ہوا آیا اور اس نے نہایت گستاخانہ انداز سے شوربے کا پیالہ مولانا کے سامنے زمین پر پٹختے ہوئے کہا کہ یہی ہے آپ کا اہتمام اور نظم کہ اس پانی جیسے شوربے میں نہ گھی ہے نہ مسالہ اور کچھ اور الفاظ بھی سخت سُست کہے، طلبہ کو غصہ بھی آیا مگر مولانا کے ادب اور ان کی خاموشی کی وجہ سے وہ بول نہ سکے، مولانا نے نہایت تحمل اور بردباری سے اس طالب علم پر سر سے لے کر پیر تک تین دفعہ نظر ڈالی اور اس کے جانے کے بعد فرمایا کہ کیا یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ پھر فرمایا کہ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں۔ طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت اس کا نام تو باقاعدہ دفتر مطبخ میں درج ہے اور باقاعدگی کے ساتھ برابر مطبخ سے کھانا لے رہا ہے، فرمایا کچھ بھی ہو یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں، جب چھان بین ہوئی تو چند دن کے بعد حقیقت کھلی کہ یہ واقعی مدرسہ کا طالب علم نہیں بلکہ اس کا ہم نام ایک دوسرا طالب علم ہے جس کا باقاعدہ مطبخ سے کھانا جاری ہوا تھا اور رجسٹروں میں اس کے نام کا اندراج بھی تھا، مگر اشتراکِ نام سے اس گستاخ طالب علم نے فائدہ اٹھا کر دھوکہ سے خود کھانا لینا شروع کر دیا جس سے اصل مستحق بے چارہ محروم رہ گیا، بات کھل جانے پر طلبہ نے مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت بات وہی نکلی جو آپ نے فرمائی تھی کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب نہیں، مگر باوجود ان اندراجات کے حضرت نے اتنے وثوق اور تیقین سے کیسے فرمادیا تھا کہ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں؟

فرمایا کہ ابتداء اہتمام میں، میں اہتمام سے گھبراتا تھا، چھوڑنے کا ارادہ کرتا تو حضرت نانوتویؒ مانع آتے (کیونکہ اُنہی کے امر پر مولانا نے اہتمام قبول فرمایا تھا) اس دوران میں نے خواب دیکھا کہ دارالعلوم کا یہ کنواں (جو احاطۂ مولسری میں واقع ہے) دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اوپر کی مَن تک دودھ آیا ہوا ہے کہ ہاتھ سے دودھ لے سکتے ہیں، اس کی من پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں لوگ دودھ لے لے کر جا رہے ہیں، کوئی مشک بھر کر لے جا رہا ہے، کوئی بالٹی بھر کر، لوٹا بھر کر، کوئی پیالہ بھر کر اور جس کے ہاتھ میں کوئی برتن نہیں وہ چلّو بھر کر لیے چلا جا رہا ہے، غرض اپنے اپنے ظرف کے بقدر لوگ دودھ لے لے کر جا رہے ہیں۔

خواب دیکھ کر میں اس کا مطلب اور تعبیر سمجھنے کے لیے مراتب ہوا تو منکشف ہوا کہ کنواں تو مدرسہ دیوبند کی صورت مثالی ہے، دودھ علم کی صورت مثالی ہے، ذاتِ اقدس نبویﷺ قاسم العلوم (علم کی تقسیم کنندہ) ہے اور دودھ لینے والے لوگ مدرسہ دیوبند کے طلبہ ہیں جنھیں خواب میں متمثّل کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں عجیب بات مولانا نے یہ ارشاد فرمائی کہ جب تعلیم کا سال شروع ہوتا ہے (یعنی شوال) اور داخلہ کے لیے طلبہ آتے ہیں تو داخلہ لینے والوں میں، میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اُن دودھ لینے والوں میں تھا اور یہ بھی۔ میں نے اس گستاخ طالب علم پر سر سے لے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر پیر تک تین بار نگاہ ڈالی یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں، اس لیے میں نے قوت سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں ہے اور الحمدللہ کہ باضابطہ رجسٹروں سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس مقبول درس گاہ کے طلبہ کا انتخاب بھی کچھ غیبی انتخابات ہی سے متعلق ہے، جو قلوب میں القا ہوتا ہے، محض ظاہری اسباب مدارِ کار نہیں ہیں، باوجودیکہ اختیار بھی کیے جاتے ہیں اور اختیار کیا جانا ضروری بھی ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس ادارہ میں اُنہی روشن ضمیر بزرگوں کے فیضان اور متروکہ ورثہ سے آج بھی یہی دیکھا جارہا ہے کہ خاص حالات اور کسی فتنہ کے موقع پر اس نوع کے طلبہ یا کارکنوں کے عزل ونصب کے بارے میں ذمہ دار قلوب میں وہ پہلو ضرور راسخ ہوجاتے ہیں جو بظاہر اسباب تدابیر کے برخلاف سمجھے جاتے ہیں مگر نتیجہ خداساز طریقہ پر بہتر ظاہر ہوتا ہے جس کے تحت بہت سے واقعات ہیں، اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غیبی اشارات کی روح جو ورثہ اکابر ہے آج تک بھی اس ادارہ میں کارفرما ہے اور ابھی تک اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم خامس دارالعلوم کے تقرر اہتمام کے موقع پر مشاورت کے درجہ میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے، مختلف رائیں سامنے آئیں لیکن حسب روایت مولوی محمود صاحب رامپوری ممبر شوریٰ دارالعلوم دیوبند، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے جب یہ فرمایا کہ میں نے تین بار اس مسئلہ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا، تینوں دفعہ حافظ احمد صاحب ہی کا نام آیا ہے کہ اُنہی کے ہاتھ پر اس مدرسہ کی ترقی ہے، تو اسے سوائے غیبی اشارہ کے اور کیا کہا جائے، میں جانتا ہوں کہ یہ مؤرخانہ انداز کی چیزیں نہیں لیکن اس دارالعلوم کی تاریخ کو ان وجدانیات سے الگ بھی نہیں کیا جاسکتا جب کہ اس کی بنیادوں ہی میں یہ اعتقادی روح کھپی ہوئی ہے، اس لیے اس میں طبعاً تاریخی عظمت کے ساتھ قلوب کی عقیدت کا سلسلہ بھی توام ہے جسے اُس کی تاریخ سے جدا نہیں کیا جاسکتا، ہاں اگر یہ بزرگ کورے دانشور ہوتے تو ممکن تھا کہ اُن کے بارے میں یہ امور کچھ بے محل کہے جاتے لیکن ان کے عارف باللہ اور صاحب کشف وکرامت ہونے کی صورت میں یہ امور بلاشبہ تاریخ میں تقدم کا درجہ رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کے فیض یافتہ نونہالوں میں جنھیں فضلاء دیوبند کہا جاتا ہے اپنے ادارہ کے ساتھ کسی رسمی تنظیم کا سلسلہ قائم نہیں، لیکن پھر بھی قلوب سے قلوب اور روحوں سے روحیں اس درجہ وابستہ ہیں کہ کسی رسمی تنظیم سے عادتاً ایسی وابستگی ممکن نہیں، رسمی تنظیم کا سلسلہ اگر قائم کیا جائے جو عموماً زبانوں پر آتا ہے تو اس کی افادیت سے انکار نہیں، لیکن اس الہامی ادارہ میں اس روح کے بغیر بھی کارآمد اور مؤثر نہیں ہوسکتا، کیوں کہ ادارہ کا اصل مزاج روح ہے رسم نہیں، حقیقت ہے نمائش نہیں، اخفاء ہے تشہیر نہیں اور معنویت ہے محض صورت سازی نہیں، گو تبعاً صورت سے انکار بھی نہیں۔

یہ چند واقعات اس لیے سپردِ قلم کیے گئے کہ دارالعلوم کی تاریخ کے ساتھ اس کی اصلیت معنویت اور حقیقت بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامنے آجائے اور واضح ہو جائے کہ دار العلوم صرف یہ نہیں ہے کہ ایک وسیع اور طویل وعریض رقبہ میں اس کی عمارت پھیلی ہوئی ہیں، یا بیسیوں شعبوں پر اس کا نظامِ عمل منقسم ہے، یا سینکڑوں سے متجاوز اس کا عملہ ہے یا اس میں بہت سے دفاتر ہیں یا اُس میں سینکڑوں طلبہ کا ہجوم ہے اور وہ اساتذہ کی ایک بڑی تعداد کا محور ومرکز ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب چیزیں اگر ہیں اور ضرور ہیں تو اس کی صورت سے متعلق ہیں، حقیقت سے نہیں، حقیقت وماہیت وہی غیبی قوتیں اُس کی وہ معنوی حقیقتیں ہیں جو اُس کے مرکزی فکر، بنیادی نصب العین دینی رخ اور منشأ تعمیر وتاسیس میں سمائی ہوئی ہیں اور اربابِ قلوب اور اصحابِ روحانیت سے مسلسل اور متصل نسبتوں کے ساتھ اُس میں سرایت کیے ہوئے ہیں اور روح بہ روح اور قلب بہ قلب باطنی رشتوں سے منتقل ہوتی آرہی ہیں، جس سے یہ ادارہ اکابر اہل اللہ کی نسبتوں اور ولایتوں کے الوان کا مجموعہ ثابت ہوا ہے اور ایک ایسا مرکزی دائرہ بن گیا جس میں علم واخلاق کی یہ مختلف الانواع شاخیں محض کتابوں کے کالے نقوش سے جمع نہیں ہوگئیں بلکہ اُن میں کتنے ہی اربابِ قلوب کی ہمتیں اور کتنے ہی سلف وخلفِ صالحین کے تصرفات بروئے کار آئے اور وہ مجموعۂ انوار وبرکات بنا، اس لیے خلاصہ کے طور پر اگر نسبتوں کی اس جامعیت کو لفظوں میں لایا جائے تو اس کے مسلک اور سالکین کو اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ اس ادارہ کا مسلک جیسے جامع علم ومعرفت، جامع عقل وعشق، جامع عبادت ومدنیت، جامع اسرار وحکمت، جامع صحو وسُکر، جامع حال وقال اور جامع ظاہر وباطن ہے۔ اسی طرح اس مسلک کے سالک بھی درجہ بدرجہ ان نسبتوں کے جامع ہیں جو اُس کے ماحول سے بن بن کر نکلتے رہے ہیں اور ان مسلکی نسبتوں کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصل کے لحاظ سے مسلم فرقہ کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت، مذہب کے لحاظ سے حنفی، مشرب کے لحاظ سے صوفی، کلام کے لحاظ سے اشعری، سلوک کے لحاظ سے چشتی ونقشبندی، فکر کے لحاظ سے ولی اللّٰہی، برہان وعیان اور مکتب پسندی کے لحاظ سے قاسمی، تفقہ اور فقہ شناسی کے لحاظ سے رشیدی، اجتماعیت کے لحاظ سے محمودی اور مرکزی نسبت کے لحاظ سے دیوبندی ہیں، جو صرف مدرسہ کے احاطہ سے مختص نہیں بلکہ اس میں تمام وہ مدارس اور اُن کے وہ تمام علمی وعملی ادارے اور حلقے شامل ہیں جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مختلف رنگوں سے دین کی اشاعت وترویج اور تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں، مختصر یہ کہ ان گوناگوں نسبتوں کے تحت اس جماعت کا طرۂ امتیاز علم واخلاق کی جامعیت، وسعت نظری، روشن ضمیری اور رواداری کے ساتھ دین وملّت اور قوم ووطن کی خدمت اس کا مخصوص شعار رہا ہے، لیکن ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اس جماعت میں مسئلہ تعلیم ہی کو حاصل رہی ہے، جب کہ یہ تمام شعبہ ہائے زندگی علم کی روشنی میں صحیح طور پر بروئے کار آسکتے تھے اور اسی پہلو کو اُس نے آج تک نمایاں رکھا ہے، جس سے اُس میں مذکورہ جامعیتیں نمایاں ہوئیں اور اُن کے حقائق واقعیہ مختلف صورتوں میں متمثل ہو ہو کر دنیا کے سامنے آتے رہے۔ ☆☆☆

© rasailojaraid.com